سید ابوالخیر مودودی (مرحوم)

دارا شکوہ

اورنگ زیب اور دارا کی شدت مخالفت کی ایک بڑی وجہ دونوں کے مذہبی عقائد بھی تھے، نہ صرف دارا بلکہ شاہ جہاں بھی اس پر طعن کیا کرتا تھا۔

داراشکوہ، شاہ جہاں کا سب سے بڑا اور سب سے زیادہ لاڈلا بیٹا تھا، شاہ جہاں کی غیر محدود کورانہ محبت اور درباریوں کی خوشامد نے اس کو خودسر، خودرائے اور ستایش پسند بنا دیا تھا۔ وہ اس بات کا عادی ہو گیا تھا کہ جو کچھ اس کی زبان سے نکل جائے کوئی شخص اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان پر نہ لائے، اور اگر کوئی ایسی جرات کرتا تو وہ اس کو سر دربار ذلیل و رسوا کر دیتا تھا۔ وہ سمجھنے لگا تھا کہ حکومت میں اس سے زیادہ صائب الرائے، ہوش مند اور وسیع المشرب کوئی نہیں ہے۔ شاہ جہاں نے بارہا اس کو سمجھایا کہ وہ امراے شاہی سے کج خلقی اور بد گمانی کے ساتھ پیش نہ آئے۔ مگر اس پر مطلق اثر نہ ہوا۔ تاہم شاہ جہاں کو اس کا ہر عیب بہتر ہی نظر آتا تھا اور کوئی امیر اس کی شکایت نہیں کرسکتا تھا۔ جب اس کے دوسرے بھائی سن شعور کو پہنچے اور اپنے درجے، مرتبے اور کاموں سے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے لگے تو اسے یہ بات ناگوار معلوم ہوئی۔ اورنگ زیب ان سب میں سب سے زیادہ بااثر، سب سے زیادہ عقل مند، سب سے زیادہ دوراندیش اور سب سے زیادہ کامیاب تھا۔ اس لیے دارا کو اس سے خواہ مخواہ عداوت پیدا ہو گئی، جوں جوں اورنگ زیب ترقی کرتا اور لوگوں کے دلوں میں جگہ بناتا، دارا کی دشمنی، اس کی سازشیں اس کے خلاف بڑھتی جاتیں۔

دارا کی تعلیم کے لیے اس وقت کے بہترین استاد بلائے گئے تھے، اور اس نے

اپنے عہد کی بہترین تعلیم حاصل کی تھی۔ لیکن اس نے اپنی قابلیت و صلاحیت اور بلند انشا پردازی کو غلط رستے پر لگا کر اپنے تئیں مذہب اسلام کی جگہ الحاد کا حامی بنا دیا۔ اس کا یہ عقیدہ تھا کہ تلاش حق کے لیے قید و بند سے کامل آزادی ضروری ہے۔

وہ پہلے "حنفی قادری" اپنے نام کے ساتھ لکھتا تھا، بعد کو تلاش حق نے اس قید کے بندھن کاٹ پھینکے۔ سفینۃ الاولیا اور رسالہ حق نما میں اس نے اپنے نام کے ساتھ حنفی قادری لکھا ہے۔ سفینۃ الاولیا جب اس نے لکھی ہے اس کی عمر ۲۵ سال تھی۔

وہ اپنے پیر ملاشاہ بدخشانی کے مرشد میاں میر کو باری تعالی کہا کرتا تھا۔ حسنات العارفین میں لکھا ہے :- "چوں ایشاں در کوہ ہائے نواحی قصبہ بارے عزلت گزیدہ بودند من ایشاں را حضرت باری تعالی گفتم (ص ۲۰)

رسالہ حق نما میں واصل الی الحق ہونے کے مدارج بیان کیے ہیں، یہ رسالہ چار فصلوں پر منقسم ہے۔ لکھا ہے کہ یہ رسالہ صرف ایسے شخص کو پڑھنا چاہیے جس کی ہدایت کے لیے ایک مرشد موجود ہو۔ پھر لکھتا ہے کہ جو اہل اللہ اور عارف یہ رسالہ پڑھیں گے اس بات پر متحیر ہوں گے کہ اللہ تعالی نے کشف رموز و حقائق کے کیسے کیسے ابواب مجھ پر کھول دیے ہیں اور ایک شہزادہ ہونے کے باوجود اور کسی ریاضت و عبادت کے بغیر عرفان کا دروازہ کس طرح مجھ پر باز ہے۔

ایں نیاز مند درگاہ صمدی محمد دارا شکوہ حنفی قادری ازاں طائفہ است کہ جاذبہ فضل یجتبیھم بے سبب ریاضت و مجاھدت بتاثیر نظر کامل آنہا بسوے خود کشیدہ ------ ایں فقیر مراتب تجرید و تفرید و دقائق عرفان و توحید را چناں حق معرفت است یک بیک دانستہ و دریافتہ (ص ۴)

اس زمانے میں اس نے علانیہ ایسے جملے اور الفاظ عام گفتگو میں استعمال کرنے شروع کیے جو شریعت کی نظر میں قابل الزام تھے، اس پر جب بعض لوگوں نے چہ می گوئیاں شروع کیں تو دارا شکوہ نے حسنات العارفین (شطحیات) کے نام سے ایک رسالہ لکھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، اصحاب کبار کے بعض موضوع اقوال اور مختلف بزرگوں کی حالت جذب (میں بولے گئے) جملے جمع کیے ہیں جن سے ظاہراً منصوری دعوے کی تائید ہوتی ہے۔ یہ کتاب ۱۰۶۲ھ میں ختم ہوئی، اس کتاب کا مطالعہ یہ بتانے کے لیے کافی ہے کہ دارا شکوہ کم از کم لوگوں پر یہ ثابت کرنا چاہتا تھا کہ اب وہ اس درجہ و مرتبہ کو پہنچ چکا

ہے جہاں کفر و اسلام، الحاد و ایمان، نور و نار، خیر و شر، ظلمت و ضیا، عبد و معبود کا سوال باقی نہیں رہتا۔ لیکن ہمارا خیال ہے کہ اس نے یہ کتاب لکھ کر خود اپنا پردہ فاش کر دیا، کیوں کہ کسی خاص کیفیت و حالت کے تحت بعض وقت بعض بزرگوں کی زبان سے جو جملے نکل گئے ہیں، ان کی سچائی یا صداقت پر انھوں نے کبھی بحث نہیں کی ہے اور نہ ان کو اس کی پروا رہی ہے کہ اس جملے کے کون شخص کیا معنی پہناتا ہے یا اس کا کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ شیخ الاشراق حضرت شہاب الدین سہروردی اپنے عقائد ہی کے لیے شہید ہوئے، مگر اپنی صفائی میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا لیکن دارا پر جہاں ایک آدھ آدمی نے اعتراض کیا وہ فوراً جواب دینے اور اپنے کو حق بجانب ثابت کرنے کے لیے تصنیف میں مشغول ہو گیا۔ اور اس خیال کو تقویت دینے اور ہندوؤں کو بھی اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے اس نے اپنی وہ کتاب لکھی جو مجمع البحرین کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ۱۰۶۵ھ کی تصنیف ہے۔ اور دارا کی آخری ذہنی تصنیف ہے۔ اس کے بعد جو کچھ اس نے لکھا وہ اپشند اور بھاگوت گیتا کا ترجمہ ہے۔ اس کتاب میں دارا شکوہ نے یہ دکھایا ہے کہ اسلامی تصوف اور ویدانتک فلسفہ اپنے اصول، اپنی تعلیمات اور اپنے خیالات کے لحاظ سے ایک ہیں۔ اور جو شخص حق کو حاصل کرنا چاہے وہ ان میں سے جس رستے کو بھی اختیار کرے، اس سے منزل مقصود تک پہنچ جائے گا۔ اس کو خود خطرہ تھا کہ مسلمان اس کی اس تصنیف کو پسند نہ کریں گے، اس لیے اس نے دیباچے ہی میں لکھ دیا کہ اس نے یہ کتاب راز درون خانہ سے واقف اہل (نظر) کے لیے لکھی ہے "و مرا بعوام ہر دو قوم کارے نیست" اسی وقت سے حنفی و قادری کی نسبت بھی غائب ہو جاتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ

می گوید فقیر بے اندوہ دارا شکوہ کہ بعد از دریافت حقیقت الحقائق و تحقیق رموز و دقائق مذہب حق صوفیہ و فائز گشتن بایں عطیہ عظمی در سرِ د آں شد کہ درک کہنہ مشرب موحدان ہند و محققان ایں قوم قدیم نماید یا بعضے از کاملان ایشاں کہ بہ نہایت ریاضت و ادراک و فہمیدگی و غایت تصوف و خدایابی و سنجیدگی رسیدہ بودند مکرر صحبتہا داشتہ و گفت و گو نمودہ جز اختلاف لفظی دریافت و شناخت تفاوتے ندیدہ ازیں جہت سخنہان فریقین را بہم تطبیق دادہ و بعضے سخنان کہ طالبان حق را دانستن آں ناگزیر و سودمند است فراہم آوردہ ----- (۲) (ص ۳،۲)

اس کے بعد اسے وید ہی میں قرآن نظر آنے لگا، اور تورات و زبور و انجیل کے مطالعہ کے بعد وہ اس نتیجے پر پہنچا کہ ان کو قرآنی تعلیمات توحید سے کوئی لگاؤ نہیں ہے۔

وہ خود ہی ایسی کتابیں نہیں لکھتا بلکہ اپنے ملازموں سے بھی لکھواتا ہے، ان میں سب سے زیادہ مشہور وہ رسالہ ہے جو اس کے منشی چندر بھان نے مکالمہ دارا شکوہ و بابا لعل کے نام سے ترتیب دیا ہے۔ اس مکالمے کی روح اس خیال کی تائید ہے کہ حق و صداقت کسی ایک خاص مذہب کی ملکیت نہیں ہے۔ دوسری کتاب جوگ بشست ہے، جوگ بشست کے ترجمہ کرانے کا جو عرفانی و الہامی سبب کتاب میں بتایا گیا ہے اس کے مقابلے میں ہم کو یہ خیال ظاہراً ترجمے کا زیادہ موید معلوم ہوتا ہے کہ چوں کہ اس کتاب میں مہاراج رام چندرجی کے بادشاہ وقت ہونے کے باوجود اوتار ہونے کو دکھایا گیا ہے اس لیے دارا اس ترجمے کے ذریعے یہ بات باور کرانا چاہتا ہے کہ اگرچہ وہ بہ ظاہر ولی عہد شاہ جہان ہے لیکن بہ باطن وہ بھی رام چندرجی کی طرح واصل الی الحق ہے۔

دارا کے حکم سے ۱۰۶۶ھ میں سنسکرت سے اس کا ترجمہ کیا گیا، اس کی جو وجہ بتائی گئی، خود دارا کے بیان کے مطابق یہ ہے:

اس کتاب کے انتخاب کا ترجمہ جو شیخ صوفی کے ساتھ منسوب ہے ہم نے (دارا) مطالعہ کیا، تورات کو خواب میں دیکھا کہ دو بزرگ قبول صورت ایک اونچے پر اور دوسرے کسی قدر ان سے نیچے کھڑے معلوم ہوئے، جو اونچے پر کھڑے تھے بشست تھے اور دوسرے رام چند ------- (میں) بے اختیار بشست کی خدمت میں حاضر ہوا ------- بشست نے نہایت مہربانی سے ہاتھ میری پیٹھ پر رکھا اور فرمایا کہ اے رام چندر یہ سچا طالب ہے اور سچی طلب میں تیرا بھائی ہے، اس سے بغل گیر ہو۔ رام چندر کمال محبت کے ساتھ مجھے ملے، اس کے بعد بشست نے رام چندر کے ہاتھ میں مٹھائی دی تاکہ مجھے کھلادے، میں نے وہ شیرینی کھائی۔ یہ خواب دیکھنے کے بعد ترجمے کی خواہش ازسرنو زیادہ ہوئی اور دربار عالی کے حاضرین میں سے ایک شخص مقرر اس خدمت پر ہوا، اور ہندوستان کے پنڈتوں سے ---- اس کتاب کے لکھنے میں اہتمام و انصرام کرایا۔" (ص ۳،۴)

جوگ بشست کا فارسی ترجمہ ہمیں نہ مل سکا، اردو ترجمہ جو مولوی ابوالحسن نے کیا ہے اور منہاج السالکین کے نام سے مطبع نول کشور سے شائع ہوا، اب ہمارے پیش نظر ہے۔

یہ تھیں داراشکوہ کی مذہبی کارروائیاں جنھوں نے اس کے دل و دماغ پر اتنا اثر ڈالا کہ اس کے عقائد متزلزل ہو گئے۔

سکینۃ الاولیا، داراشکوہ نے اپنے پیر ملاشاہ بدخشانی کے شیخ طریقت میاں میر کے حالات میں لکھی ہے، داراشکوہ میاں میر کو "باری تعالی" کہا کرتا تھا، حسنات العارفین میں لکھتا ہے:

"چوں ایشاں در کوہ ھائے نواحی قصبہ باری عزلت گزیدہ بودند من ایشاں را حضرت باری تعالی می گفتم" (۲)(ص ۳۰)

داراشکوہ کی جن تصانیف کا فہرست نگاروں نے تذکرہ کیا ہے یا جن کے نام بعض دوسرے مضمون نگاروں نے لکھے ہیں، یہ ہیں: رسالہ معارف، نادرالنکات، مثنوی، تزک۔

دارا کا مشہور شعر ہے:

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن
قطرہ تا دریا تو اندشد چرا گوہر شود

لیکن اس نے اپنے تئیں سلطنت سے علیحدہ کر کے کس طرح آشنائے فقر کر لیا تھا، اس کے لیے بھائیوں سے جنگ، سلطنت حاصل کرنے کی کوششیں، اس کا تبختر و پندار کفایت کرتا ہے۔

یہ صورت حال شاہ جہاں کی ناعاقبت اندیشی اور بے مذہبی نے پیدا کی تھی۔ اگر دارا کی محبت نے اس کی آنکھوں پر اور آنکھوں سے زیادہ اس کی عقل پر پٹی نہ باندھ دی ہوتی تو وہ صورت حال رونما نہ ہوتی جو رونما ہوئی۔ اورنگ زیب نے جو کچھ کیا وہ حالات کا فطری اور ناگزیر اقتضا تھا۔ دوں فطرت، چاپلوس اور خردباختہ بھائی کا آستاں بوس ہونے سے اس نے انکار کیا، اور ہزار داغوں سے اپنے وجود معنوی کو داغ دار کرنے کی بجائے ایک داغ گوارا کر لیا۔۔۔ باپ کو نظر بند کرنے کا داغ! اگر حالات سے چشم پوشی کر کے محض اخلاق عامہ کے نقطہ نظر سے (دیکھا جائے تو) رہا داراشکوہ، شجاعت اور تدبر نے کب بزدلی اور بے مذہبی کی زلہ ربائی کی ہے، وہ اسی کیفر کردار کا مستحق تھا۔ بزم متصوفہ میں وہ کتنا ہی مقبول ہو، لیکن اس کا کردار خود اس امر کی ایک دستاویز ہے کہ اس کو فقر و درویشی سے کوئی علاقہ

نہ تھا۔جس طرح دنیا خواہ لوگ مزارگردی اور پیرگردی کیا کرتے ہیں اسی طرح وہ بھی طلب دنیامیں اس وقت کے درویشوں سے نیازمندی کی نمائشیں کیا کرتا تھا۔

حسنات العارفین (شطحیات) میں اس نے لکھا ہے:

"محمد مرامی کشد وابن مریم مرامی بخشد"

(ص ۲۶،۳۶)

حسنات العارفین میں اس نے میاں میر، ملاشاہ، شاہ دمیر اور میر سلیمان مصری سے ملاقاتوں کا حال لکھا ہے، ان کے اقوال نقل کیے ہیں، ان سے تبادلہ خیالات کا اور ان کے اعمال و طرز ماندو بود کا بیان کیا ہے۔ یہ کتاب یہ دکھانے کے لیے کافی ہے کہ یہ صوفیائے کرام کس طرح ہمہ اوست کے مسئلے کو آزادانہ طریقے سے استعمال کرتے ہیں۔ تصوف کی بنیاد کا جو شخص مطالعہ کرنا چاہے اس کے لیے یہ کتاب ایک اچھا ماخذ ہے۔

حسنات العارفین میں دارا نے قرآن کریم کی آیات کے متصوفانہ معانی بھی بیان کیے ہیں۔اپنے پیر حضرت ملاشاہ کی زبانی آیہ۔ یا یھا الذین آمنو الاتقربوا الصلوۃ وانتم سکاری کی یہ تفسیر نقل کی ہے: اے کسانیکہ ایمان حقیقی آوردہ ایدنزدیک نماز نشوید در وقتیکہ در حالت سکر و مستی مقید۔ سکر حالت بلند ترست از نماز گزاردن ------ اگر مستی مجازیست قرب نماز ممنوع ست تا نماز ملوث نشود، دریں صورت عزت نمازست، و اگر سکر حقیقی ست باز ہم قرب نماز ممنوع است دریں صورت عزت سکرست ---- مصلی نماند نماز کہ خواند" (۴)

(ص ۳۲)

آیہ "ختم اللہ علیٰ قلو بھم و علیٰ سمعھم وعلی ابصار ھم غشاوۃ ولھم عذاب عظیم" کی تفسیر حضرت ملاشاہ نے بیان فرمائی ہے۔ "در حق خاصان است، ختم است بر دلہائے ایشاں کہ در دل ایشاں غیر نباید و چشم ایشاں غیر نہ بیند و گوش ایشاں غیر نشنود و مر ایشاں را لذت و حلاوت بسیار است از اں کفر" (۵) (ص ۲۰۸)

تصانیف دارا شکوہ:

مجمع البحرین، حسنات العارفین، سکینۃ الاولیا، سفینۃ الاولیا، رسالہ حق نما، رسالہ معارف، نادر النکات، مثنوی، تزک۔

سفینۃ الاولیاء:

ولادت این فقیر در خطه اجمیر بالائے ساگر تاں روے داد، در سلخ صفر نصف شب دوشنبه سال یک هزار و بیست و چهار هجری، چوں در خانه والد ماجد فقیر سه جبه شده بود، و پسر نمی شد و سن مبارک آں حضرت به بیست و چهار سالگی رسیده بود از روے عقیده و اخلاصے که آں حضرت نسبت بحضرت خواجه داشتند بهنر اراں نیاز درخواست پسر نمودند، ببرکت ایشاں حق تعالی این کمترین بند هاے خود را بوجود آورد، امید که توفیق نیکوکاری و رضامندی خود دوستان خود نصیب گرداند، آمین یارب العالمین۔

چوں در حدیقه حکیم بعضے ابیات نامعقول الحاقی است واز استماع آں در دل این فقیر انکار بهم رسیده بود، روزے که بغزنین داخل می شد بخود قرار داده بود که بزیارت جمیع اکابر آنجا مشرف گردد، الاحکیم۔ هماں شب پیش ازاں که داخل شود بخواب دید که در زیارات مزارات مشائخ غزنین است و شخصے می گوید که این قبر حکیم سنائی است۔ چون بآں جا رسید قبرے از سنگ سفید دید که بر آں نوشته اند. هذا قبر حکیم سنائی و درین شبهه دارد که سنی نیز بر قبر نوشته بود. یانه۔ چوں چنیں مشاهده شد فهمید که اشاره بآں ست که حکیم سنی اند۔ چوں صباح آں زیارت کرد هماں قبر سنگ سفید بودشبے که در خواب دیده بود مشاهده نمود، و یقین شد که آں ابیات الحاقی بر مذهباں مبتدع است۔

آخر حال بعضے بر شیخ (مجدد سرهندی) تهمت کردند که شیخ می گوید مرتبه من زیاده است از مراتب خلفاے راشدین رضی الله عنهم۔ اما این محض بهتان و افتراے مخالفان است بر شیخ، چراکه این فقیر از سیادت و نقابت پناه، فضائل و کمالات دست گاه، حقائق و معارف آگاه، افضل فضلاے عصر علامی فهامی استادی میرک شیخ بن شیخ فصیح الدین شنید که می

فرمودند. وقتے مارا عبور بر سرهند واقع شد و کیف ما اتفق ملاقات شیخ احمد روے دار ------ (تفصیل سے اس افترا کو رد کیا ہے)

این فقیر دو بار بملازمت شریف ایشاں (اے میاں میر رحمة الله علیه) رسیده بود، و حضرت ایشاں کمال مهربانی و عنایت خاص بمن داشتند۔ چنان چه درسن بیست ویک سالگی (ترجمه سکینة الاولیاء مقبول بدخشانی (ص ٦٤) مرا بیماری روے داد، اطبا از معالجه آں درماندند۔ چوں بادشاه بخانه ایشاں رفتند، دست مرا گرفته گفتند که این پسر کلاں ماست و اطبا از معالجه این در مانده اند، توجه فرمایند که حق تعالی این را **بخشد**، ایشاں کاسه آب را طلب داشته، دعاے بر آں خوانده دمیدند و بفقیر دادند۔ چوں آں را آشامیدم در هماں هفته صحت کامل یافتم و بالکل آں آزار بر طرف شد۔ (٦)

سفینۃ الاولیاء دارا شکوہ کی اولین تالیف ہے، جب وہ پچیس سال کا تھا۔ ٢٧، رمضان ١٠٤٩ھ تاریخ اتمام ہے۔ اسی سال ٢، ذی الحجہ ١٠٤٩ھ کو ملاشاہ سے بیعت ہوا۔ اٹھائیس سال کی عمر (١٠٥٢ھ) میں سکینۃ الاولیا لکھی۔ تیس سال کی عمر (١٠٥٦ھ) میں رسالہ حق نما لکھا۔ اس میں ایک جگہ لکھتا ہے۔ "شبے بخواب دیدم هاتفے آواز داد چهار بار تکرار کرد که آنچه هیچ یکے از سلاطین روے زمین دست نداده الله تعالی بتو ارزانی داشته (ص ٦) یہ دوبارہ سکینۃ الاولیاء میں بھی مسطور ہے۔ (سکینۃ الاولیا، بدخشانی ص ٩) لفظ "سلاطین" خواہش نفس کا مظہر ہے۔ آواز ہاتفے بلاشبہ اغواے نفس تھا۔ آواز ہاتف رحمانی ہوتی تو نصرت الہی یقیناً شامل حال ہوتی۔) (اعجاب نفس قادریت پر غالب آ گیا اور اس نے غوث اعظم رضی اللہ عنہ کے ارشادات: درباره مکائد شیطان کو یکسر فراموش کر دیا) اڑتیس سال کی عمر (١٠٦٤ھ) میں حسنات العارفین لکھی۔ تین سال بعد ١٠٦٥ھ میں مجمع البحرین لکھی، یہ دارا شکوہ کی آخری تصنیف ہے۔ اس میں وہ اغواے نفس کی اتباع میں قادریت سے بے نیاز ہو جاتا ہے:

نامہ موسوم بہ شیخ محب اللہ الہ آبادی میں ہے: مدتے کتب حال مشائخ مطالعہ می کردم، چوں اختلاف بسیار ظاہر شد مطالعہ کتب را بالکل متروک ساختم و بمطالعہ دل کہ بحرے ست لامحدود از اں ہمیشہ گوہر ہائے تازہ بروں مے آید پرداختم۔

مرا ہیچ کتابے دگر حوالہ مکن
کہ من حقیقت خود را کتاب می دانم

الحمد للہ کہ از برکت صحبت ایں طائفہ شریفہ مکرمہ معظمہ از دل ایں فقیر اسلام مجازی برخاست و کفر حقیقی روئے نمود۔ اکنوں کہ قدر کفر حقیقی دانستم زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دیر نشین گشتم۔(۷)

سرِ اکبر یا سر الاسرار، ترجمہ ایں کتبہائے ہر چہار وید تمام معرفت نور الانوار بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے "راست براست در مدت شش ماہ آخر دو شنبہ بیست و ششم ماہ رمضان سنہ یک ہزار و شست و ہفت در شہر دہلی باتمام رسانید ازی ایں گنج معرفت بہرہ ور شوند از ہستی موہوم خلاص گشتہ بہستی حق رسیدہ رستگار جاوید گردند۔" (۸) (عبارت خاتمہ سر اکبر، نسخہ خطی مخزونہ کتاب خانہ دار المصنفین)

یہ کتاب جے پور سے ۱۹۱۰ء میں شائع ہو چکی ہے، دست یاب نہ ہو سکی۔ علامہ شبلی نے ندوۃ العلما کے سالانہ اجلاس منعقدہ بنارس ۱۹۰۶ء کی علمی نمائش گاہ میں اس کا نسخہ دیکھا تھا، اس کا دیباچہ پڑھ کے یہ تبصرہ فرمایا: عالم گیر نے دارا شکوہ کے مقابلے کا جب قصد کیا تو اس کا یہ سبب ظاہر کیا کہ دارا شکوہ بد عقیدہ اور بد دین ہے، اس لیے اگر وہ ہندوستان کا فرماں روا ہوا تو ملک میں بد دینی پھیل جائے گی۔ عام مورخوں کا خیال ہے کہ یہ محض ایک فریب تھا، نہ دارا شکوہ بے دین تھا اور نہ عالم گیر کی مخالفت کا یہ سبب تھا۔ دلوں کا حال خدا کو معلوم، لیکن اس کتاب کے دیباچے سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ دارا شکوہ بالکل ہندو بن گیا تھا۔ اور کچھ شبہ نہیں کہ اگر وہ تخت شاہی پر متمکن ہوتا تو اسلامی شعار اور خصوصیات بالکل مٹ جاتے۔" (مقالات۔ ج ۷ ص ۱۰۱) معارف دسمبر ۲۴، جنوری ۲۵ میں اس پر مفصل تبصرہ شائع ہوا تھا۔
مجمع البحرین، پروفیسر محفوظ الحق نے بہت دقت نظر سے ایڈٹ کر کے انگریزی

ترجمے کے ساتھ بنگال ایشیاٹک سوسائٹی سے شائع کی تھی۔ پروفیسر صاحب نے اس کے دیباچے میں مختلف ماخذوں سے دارا شکوہ کی تین اور کتابوں کا ذکر کیا ہے۔ پیرس کے قومی کتاب خانے میں "نگارستان منیر" نامی ایک مخطوطہ ہے، جس کے آخر میں ایک مرقع کا دیباچہ ہے۔ کیٹلاگر کے مطابق اس دیباچے کی نوشت داراشکوہ کی ہے، محفوظ الحق صاحب کا خیال ہے کہ شاید یہ دیباچہ اس مرقع کا ہو جو داراشکوہ نے اپنی محبوب رفیقہ حیات نادرہ بیگم کو ۱۰۵۱ھ میں بطور تحفہ دیا تھا۔ داراشکوہ کی ایک فارسی مثنوی "مخزن" (ستمبر ۱۹۰۷ء) میں اور پنجاب ہسٹاریکل سوسائٹی جنرل (ش ۱، ج ۲) میں ایک تزک کا ذکر ہوا ہے۔ محفوظ الحق صاحب نے اس کی نسخ و نستعلیق خطاطی کے بہت سے نمونوں کا ذکر کیا ہے۔ کلام اللہ کا ایک نسخہ اس کے ہاتھ کا حیدر آباد دکن کی عزیز باغ لائبریری میں (محفوظ) ہے، جس کے حروف سنہرے ہیں۔ ایک مطلا پنج سورہ، بخط نسخ اور ایک نسخہ بخط نستعلیق "دہ پندارسطو" وکٹوریہ میموریل ہال کلکتہ میں (محفوظ) ہے۔ داراشکوہ کے ہاتھ کی (لکھی ہوئی) دو کتابیں "رسالہ حکمت ارسطو" اور "شرح دیوان حافظ" کتاب خانہ آصفیہ حیدر آباد (فہرست ۱ / ۷۳۹) میں درج ہیں۔ اس کے قلم کی وصلیاں مختلف مقامات میں پائی جاتی ہیں۔ بعض کتابوں پر اس کے دستخط اور مختصر نوشتے ہیں جو خطاطی کے نادر نمونے کہے جا سکتے ہیں"۔ "تذکرہ خوش نویساں" (ایشیاٹک سوسائٹی بنگال، ص ۵۴) میں ہے: "دارا شکوہ پسر شاہ جہاں بادشاہ شاگرد عبدالرشید آقاست، باوجود اشغال امور شاہ زادگی و دیگر علوم، بروایہ آقا عبدالرشید شاید کسے مثل او نوشتہ باشد۔"

داراشکوہ کے دیوان (بروایت خزینۃ الاصفیاء، "اکسیر اعظم" ۱ / ۱۷۵) کا نسخہ خان بہادر ظفر الحسن صاحب نے برآمد کیا تھا۔ موصوف نے ایشیاٹک سوسائٹی بنگال کے ایک ماہیامہ جلسے منعقدہ جولائی ۳۹ء میں افادہ کیا تھا۔ "دیوان میں ۱۴۳ غزلیں اور ۲۸ رباعیاں ہیں۔ یہ نسخہ دارا کی زندگی میں لکھا گیا تھا۔"

داراشکوہ کے حکم سے اس کے میر منشی چندر بھان نے "مکالمہ داراشکوہ و بابالال" قلم بند کیا۔ بابالال سے دارا کی ملاقات لاہور میں قندھار کی مہم سے واپسی پر ہوئی تھی (۱۰۶۲)۔ یہ مکالمہ اردو ترجمے کے ساتھ مطبع مجیب ہند دریا گنج دہلی سے شائع ہو چکا ہے۔

دارا کے حکم سے اس کے ایک درباری نے سنسکرت کی مشہور کتاب "یوگ واسی

شست" کا فارسی میں ترجمہ "جگ بشست" کے نام سے ۱۰۶۶ھ میں کیا۔ اس کا نسخہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں محفوظ ہے۔ اس کا اردو ترجمہ "منہاج السالکین" کے نام سے مولوی ابوالحسن نے کیا (مطبوعہ نول کشور)

دارا شکوہ کو اپنے میر منشی چندر بھان برہمن کا یہ شعر بہت پسند تھا:

مرا دلے ست بکفر آشنا کہ چندیں بار
بکعبہ بروم و بازش برہمن آوردم

قدرت اللہ گوپاموی نے لکھا ہے: "روزے شاہ زادہ، بعرض اعلی حضرت رسانیدہ کہ چندر بھان شاعرے خوش گواست امیدوار است کہ در صورت صدور حکم شرف اندوزی حضور بعرض شعرے پردازد۔ پادشاہ باحضار وے حکم فرمود، چوں بدولت بار یابی ذخیرہ سعادت اندوختہ این بیت بعرض رساند: مرادلے ست بکفر آشنا کہ چندیں بار ---------- شاہ دین پناہ خیلے بر آشفت، افضل خاں شیرازی فوراً بعرض رسانید:

خر عیسی اگر بہ مکہ رود
چوں بیاید ہنوز خر باشد

بارے فی الجملہ غضب پادشاہی فرونشست (نتائج الافکار، ص ۱۰۶؛ مرآۃ الخیال۔ ص ۲۱۵)

دارا شکوہ کے وسیلے سے چندر بھان جلوس شاہ جہانی کے انتیسویں سال "بنوکری سرکار شاہی مفتخر و مباہی گردیدہ و بخطاب "رائے" و منصب مناسب سرمایہ عزت و اعتبار بہم رسانیدہ"۔ دارا کے بعد چندر بھان اورنگ زیب عالم گیر کے دامن دولت سے وابستہ ہو گیا۔

بنواری داس بھی دارا شکوہ کی سرکار کے منشیوں میں تھا۔ ملا شاہ بدخشی کی صحبت میں درویشی سے متاثر ہوا، ملازمت سے کنارہ کش ہو کر ترک و تجرید لازم کر لی، دارا برہم ہوا، اس نے اپنی یہ رباعی لکھ بھیجی

بشنوز ولی وفائے دنیا اے شاہ
مغرور مشو بدولت و حشمت و جاہ

هر چند چو درهمے نماید لکن

آں قطرہ شبنم است بہ نوک گیاہ

(تذکرہ روز روشن۔ ص ۲۶۸)

میر رضی دانش مشہدی نے غزل عرض کی:

موسمے آں شد کہ ابر تر چمن پرور شود

نکہت گل مایہ شور جنوں شود

دارا کو بقول سرخوش دوسری بیت بہت پسند آئی:

تاک را سرسبز کن اے ابر نیساں در بہار

قطرہ تامے تو اندشد چرا گوہر شود

ایک لاکھ روپے جائزہ دیا، اپنے درباری شعرا سے فرمائش کی کہ "ہر کس موافق طبع خود در جواب آں تلاش نماید" خود بھی "جواب قطرہ" تلاش کیا:

سلطنت سہل است خود را آشنائے فقر کن

قطرہ تا دریا تو اندشد چرا گوہر شود

(کلمات الشعراء محمد افضل سرخوش، ص ۳۸، مرآۃ الخیال ص ۲۵۸، نتائج الافکار ص ۲۴۷)

کلمات الشعراء، محمد افضل سرخوش، ص ۸۹:

دارا شکوہ قادری، ملقب بہ شاہ بلند اقبال ولی عہد شاہ جہاں۔ بادشاہ زادہ خوش خلق و خوش رو، متحمل و صوفی مشرب، فقیر دوست، موحد محقق بودہ۔ طبعے بلند و ذہنے رسا داشت۔ مطالب صوفیہ را در رباعی و غزل منظوم می کرد۔ بحسب اعتقادے کہ در سلسلہ عالیہ قادریہ داشت، قادری تخلص می کرد و بہ ملا شاہ خلیفہ میاں شاہ میر لاہوری دست بیعت دادہ۔ تحمل و وقار بحدے داشت کہ محمد علی ماہر نقل کرد کہ روز قوی سلطان سلیمان شکوہ خلف بزرگش شاعرے قصیدہ گفتہ آوردہ سر دیوان می خواند، دریک بیت بستہ بود کہ بادشاہ زادہ کریم الطرفین است۔ شاہ بلند اقبال شنیدہ فرمود کہ راست گفتہ، پسر کریم الطرفین است ہم از پدر و ہم طرف مادر بادشاہ بن بادشاہ است۔ حاجی تمکین کہ بظرافت پیشگی در مجلس عالی راہ داشت، عرض کرد کہ ملا دو پیازہ چہ خوب گفتہ کہ کریم الطرفین ------ شاہ

سرخود انداخت ، لرزه براندام اهل مجلس افتاد، همه را یقین شد همیں که سربرمی دارد این مسخره را گردن زدن می فرماید۔ بعداز ساعتے از مسند برخاست، درون محل تشریف برد، وبنزد یک به در خانه فرمود که دیگر این مسخره رادر دیوان خاص نه گزراند۔ در علم تصوف تصانیف عالی دارد، سوال هاے دقیق نوشته، دیوان مختصر از و جمع شده، این چندبیت از وست: (۹)

هرخم پیچے که شداز تاب زلف یار شد
دام شد زنجیر شد تسبیح شد زنار شد
خاطر نقاش در تصویر حسنش جمع بود
چوں بزلف او رسید آخر پریشان کشد
بشکست دل آبله از گردش سالم
در کار من اینم گرهے بود که واشد
بقدر مال باشد سر گردانی
ز وزن زر فزاید یار دستار
بخیه بر خرقه فنا کیشان
موج آب حیات را ماند
همه چیز تو خوب لیک این بد
که تو بسیار دیر می آی
تا دوست رسیدیم چو از خویش گزشیتم
از خویش گزشتن چه مبارک سفرے بود

(نتائج الافکار، قدرت الله گوپاموی، ص ۵۶۶ ۔ ۵۷۱)

شمع ایوان عظمت و سروری شاه زاده دارا شکوه متخلص به قادری، که همیں پور ولی عهد اعلی حضرت صاحب قران شاه جهان ست۔ ذات والایش بحسن اخلاق و حلم و طبع شهره آفاق بود، وباین همه شوکت و رفعت ظاهری چاشنی فقر هم بمرتبه کمال و باعرفاے اهل ذوق و حال صحبت محرمانه داشت --------- چوں در سنه سبع و ستین والف شکایت حبس اشتباه به اعلی

حضرت لاحق گشته طوالت پزیرفت عنان رتق و فتن مهمات جهاں بانی و فرماں روائی بقبضه اقتدار شاه زاده ولی عهد در آمد ، وے بمقتضاے جلادت نظر بانجام کار نه داشته امراے کمکئی دکن را که هنوز مقدمه بیجا پور بآئین همیں کرسی نشین نه گشته بود بحضور طلبید و بودن خان جهاں خاں در ممالک جنوبیه که وثوق ارادتش بشاه زاده اورنگ زیب اشتهار تمام داشت مناسب وقت نانگاشته بحضور طلب داشته مها راجه جسونت سنگهه را به صوبه داری اجین مامور ساخت بوقوع این فتور الویه عزیمت شاه زاده اورنگ زیب ظاهراً بادراک ملازمت ولی نعمت و باطناً با راده انتزاع سلطنت از برهان پور سمت مستقر الخلافت اکبر آباد سربر افروخت، و بمقابله مهاراجه جسونت سنگهه ذوالفقار خاں داد تهورو دلاوری داده او را از بیش بر داشت، چوں اراده شازاده ظفر آماده بجانب مستقر الخلافت بمسامع اجلال اعلی حضرت رسید راے امراے پادشاهی براں قرار گرفت که خود بدولت بمقابله بر آئید، دریں صورت اغلب که نوبت بجدال و قتال نه رسد، چه آں طرف هم بیش تر از بندهاے پادشاهی اند، احتمال است که بر روے ولی نعمت شمشیر نه کشند، اما دارا شکوه بمقتضاے خودسری این امر را سهل دانسته می خواست که بذات خود مرتکب امر جدال شود، بملاحظه این حال امرا سکوت ورزیدند، و پس از مقابله افواج طرفین که هنگامه حرب و ضرب جانبین گرمی پزیرفت و اکثرے سرداران لشکر دارا شکوه قدم ببادیه عدم نهادند خود راه فرار پیش گرفت، دراں زمان ظاهر شد که مناسب هماں تجویز سابق بود، فاما چه فائده۔ مع هذا اعلی حضرت پیش خانه بر آوردند بعد از خرابی بصره ، اگر خود بدولت هم بر می آمدند چه سود می بخشید۔ دریں عرصه بکرات و مرات از طرف اعلی حضرت پیام مصالحت معرفت فاضل خاں ساماں رسیده وهم خواهر کلاں اورنگ زیب از جانب پدر بزرگوار بنابر طے مقدمه پر آشوب قدم رنجه فرموده اورنگ زیب اعراض ازاں کرده عذر حضور رسی تا انفراغ مقدمه دارا شکوه بمیان آورد---

------------- اعلی حضرت بملاحظه نامساعدت روزگار بار دیگر

فاضل خاں را فرستاده بخط خاص نوشت امرے که ممتنع الوقوع و خلاف تصور بود جلوه ظهور یافت، حالاچشم از حقوق ابوت و تربیت نه پوشیده بحفظ انتظام چندیں ساله بکوشند۔ شاه زاده در جواب فرمان بعرض پرداخت که پیوسته بر صراط اطاعت و ارادت مستقیم بوده ام، لکن بوقوع واقعه که بمشیت ایزدی جریاں یافت متوهم گشته جرات آں نه ماند که بملازمت شتابم---

-------------- چوں پس از فتح نمایاں موکب عالم گیری از اکبر آباد بجانب دارالخلافت شاه جهاں آباد کوچید بهادر خاں به تعاقب دارا شکوه که به تهیه فراهمی اسباب محاربه به لاهور شتافته بود نقد رخصت بکف آورده به کمال چستی و دلیری از آب دشوار گزار ستلج در گزشت۔ دارا شکوه در لاهور هم ثبات قدم نه ورزیده روئے آوارگی به طرف بهکر نهاد--------از دریاے سند عبور کرده به نظر سابقه معرفت که با ملک جیون داشت پیش او رفت، و چند روز از تعب دوادوش بر آسوده به عزیمت قندهار روانه شد۔ آں زمیندار بدکردار خوبی و پیش آمد خود در گرفتاری او دیده سر راهش گرفته دست گیر ساخت و به اطلاع بهادر خاں پرداخت۔ ---------------

دارا شکوه و پسرش سپهر شکوه را درهودج بے سایه بر ماده فیل نشانده از اندرون شهر و بازار به دهلی کهنه برده به خضر آباد درجاے محفوظ نظر بند ساختند، و فردایش که بیست و یکم ذی الحجه سنه تسع و سننین والف بوده بانصرام کارش در آمدند۔ گویند دراں زمان دارا شکوه بر زبان آورد که ساعتے مهلت دهند تا دوگانه نماز را ادانمایم، بارے در دل آں سنگ دلاں رحم آمد و بعد اداے دو رکعت یازده قدم به طرف بغدادشریف رفته ایں دو بیت خواند:

حضرت غوث خوش مدد کردی

کشتی و زنده ابد کردی

جان دارا فداے همت تست

من یکے خواستم تو صد کردی

آخر کار چوں وقت موعود رسیده بود آں سفاکاں بانهدام بناے هستیش پرداخته در مقبره همایوں پادشاه مدفون کردند۔ و روز دیگر سپهر

شکوه را حسب الحکم به قلعه گوالیار روانه ساختند------چند بیت از کلام عارفانه اوست-(۱۰)(اس کے بعد تین بیت: برخم و پیچے، خاطر نقاش، بادوست رسیدیم، نقل ہیں)

شمع انجمن، ص ۲۸۸:

قادری شاه زاده دارا شکوه----اورنگ نشین کشور خوش بیانی ست و سریر آرائے ملک شیوا زبانی------در سنه ۱۰۶۷ھ بزمان اشتداد مرض حبس بول اعلی حضرت رتق و فتن مهمات جهاں بانی به قبضه اقتدار سهمی در آمد، و باشاه زاده اورنگ زیب معرکه جنگ و قتال قائم شد، و شد آنچه شد تا آں که در سنه ۱۰۶۹ کارش باتمام رسانیدند------(۱۱)(اس کے بعد وہی ابیات نقل ہیں جو قدرت الله گوپاموی نے نقل کی هیں)

خزینته الاصفیاء، غلام سرور چشتی، ۱ / ۱۷۵:

سخنش دریاے توحید است که از زبان گوهر افشان او رواں گشته، و و باخورشید وحدانیت است که از افق بسان مطلع انوارش طلوع شده مغزے باید که سخنش را به فهمد و دلے باید که معانی آں در وے امکان پزیرد۔

حسنات العارفین کے مطابق رباعیات ذیل دارا شکوه کی هیں:

هر دم برسد بعارفاں ذوق جدید
خود مجتهداند نے ز اهل تقلید
شیراں نه خورند جز شکار خود را
روباه خورد فتاده لحم قدید

کافر گفتی تو از پے آزارم
این حرف ترا راست پندارم
پستی و بلندی همه شد هموارم
من مذهب هفتاد و دو ملت دارم

توحید خموشی ست و فکر است مدام
بحث آمد و شد ز دست توحید تمام
یک گفتن توبه بین قوی ثابت کرد
توحید رود ز نقطه چون گیری نام

توحید شناخت هر کرا حالے نیست
در راه طلب همت او عالی نیست
خوش آں که میان خویش حق را بشناخت
او در همه جاست، هیچ جا خالی نیست

خواهی که شوی داخل ارباب نظر
آن قال بحال بایدت کرد گذر
از گفتن توحید موحد نه شوی
شیرین نه شود دهاں ز نام شکر

خوش گرچه بیاد خود نشستن همه وقت
این قید چه لازم است بر من همه وقت
غافل شدن خلق ز حق از حق ست
خود را تعب است یاد کردن همه وقت

هر چند که خلق را گرفته کوبی
غفلت شده است بر همه مستولی
مشغول به حق ست بفهمد یانه
هر کس که بهر چیز کند مشغولی

عارف به خود اطلاق خدائی نه کند
از ذات لطیف خود جدائی نه کند
گر بنده کے بود خدا او باشد
چوں جملہ خداست خودنمائی نه کند

کے کار تو در شمار حق حق می آید
قلبے تو در اعتبار حق می آید
باید که تو عین خویش دانی حق را
فانی شدنت چه کار حق می آید

یک ذره نه دیدیم ز خورشید سوا
هر قطره آب هست عین دریا
حق را بچه نام کس نه تواند خواندن
هر نامه که هست هست از اسماے خدا

بیرون و درون کوزه پر بود هوا
پیچید درون کوزه آواز و صدا
کوزه بشکست و گشت آواز آواز
بشکست حباب و گشت عین دریا

هستی وجود خویشتن کردم رر
گر دید ماویم همه نیک و بد
اکنوں نه تواں نامه خود و نامش برد
گر نامه به گیرم زمن او می رنجد

خزینته الاصفیا،۱ / ۱۷۵:
شاه زاده بلند اقبال جامع اوصاف کمال، بادشاه صورت، درویـ

سیرت، خادم درویشاں، مظہر صفات ایشاں ست۔ جامہ فقر و خرقہ خلافت از دست عارف حق آگاہ ملا شاہ پوشیدہ بخدمت حضرت میاں میر بالا پیر ہم حاضر شدہ مستفید و مستفیض می گشت۔ در فقر شان عالی و رتبہ بلند داشت۔ صاحب تصانیف است کہ احوال باطنش از تصانیف وے اظہر من الشمس ست ۔۔ ۔۔۔۔۔۔۔۔ تمام عمر خود در معرفت حق گزرانید، آخر ازیں دار ناپایدار مردانہ رفت و شہادت یافت۔ قصہ شہادت وے زباں زد خاص و عام است کہ از دست اورنگ زیب عالم گیر برادر خود بقتل رسیدہ، و شاہ عالم گیر صرف بطمع فرمان فرمائی ہندوستان و تخت نشینی مملکت آں گوہر دریائے وحدت را بشکست۔" (۱۲)

لطف کی بات یہ ہے کہ اس "گوہر دریاے وحدت" کے مرشد ملاشاہ نے بقول صاحب فرحت الناظرین محمد اسلم پسروری انصاری قادری تاریخ جلوس میمنت مانوس خلیفہ الٰہی را چنیں در سلک نظم کشیدہ

صبحے دل من چوں گل خورشید شگفت
حق پیدا شد غبار باطل را رفت
تاریخ جلوس شاہ اورنگ مرا
ظل الحق گفت، الحق این را حق گفت

۱۰۶۹ (خافی خاں ۲ / ۷۸ نیز مآثر عالم گیری ص ۱۲)

مفتی غلام سرور چشتی صاحب نے "تذکرہ آدمیہ" کے حوالے سے یہ بھی رقم فرمایا ہے کہ حضرت خواجہ محمد معصوم کو مدینہ طیبہ میں جب یہ خبر پہنچی کہ "دارا شکوہ ولی عہد شاہ جہاں پدر خود شدہ است" تو خواجہ محمد معصوم کو فکر لاحق ہوئی کہ عالم گیر خواجہ موصوف کا مرید تھا اور دارا کو عالم گیر سے عدوات تھی، خواجہ محمد معصوم نے ہندوستان پہنچنے کا ارادہ کیا اور اجازت حاصل کرنے کی نیت سے مزار اقدس پر حاضر ہوئے، مراقبے میں دیکھا کہ سید الکونین صلی اللہ علیہ وسلم شمشیر بدست ہیں اور فرمایا کہ "ھر کہ دشمن شماست برا ے او این شمشیر قہر الٰہی کافی ست"

چون از مراقبہ فارغ شد فرمود کہ دارا شکوہ در ہند مقتول گشت۔"

طبقات اکبر شاہی (ص ۱۷۰) میں سلطان سکندر لودھی کا ایک واقعہ مذکور ہے کہ جب

وہ اپنے بھائی باربک سے جنگ کر رہا تھا، ایک قلندر آنکلا اور اس نے سکندر کا ہاتھ پکڑ کے کہا: "تجھے فتح ہو گی"۔سکندر نے بکراہت ہاتھ کھینچ لیا، قلندر نے کہا: میں تجھے فتح کی نوید دے رہا ہوں، پھر تو نے بے رخی سے اپنا ہاتھ کیوں کھینچ لیا؟ سکندر نے جواب دیا کہ جب دو مسلمان جنگ آزما ہوں تو اس طرح فتح یا شکست کا حکم نہیں صادر کرنا چاہیے بلکہ اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی چاہیے کہ پردہ غیب سے وہی ظہور پذیر ہو جس میں اسلام کی بہتری اور خلق خدا کی فلاح ہو۔

مفتی صاحب نے لکھا ہے (ص ۱۷۵) دارا شکوہ کے قتل کے بعد جب اس کا نو سالہ فرزند اورنگ زیب عالم گیر کے سامنے پیش کیا گیا تو اس نے اس کا حال پوچھا، بچے نے فی البدیہہ کہا:

هجر دارا بر دل من کم تر از یعقوب نیست

او پسر گم کرده بود و من پدر گم کرده ام

عالم گیر نے بچے کے جواب سے آشفتہ خاطر ہو کر کہا: "بھیڑیے کو مارنا اور اس کے بچے کی پرورش کرنا عقل مندوں کا کام نہیں"، اور اس کو قتل کرا دیا۔

مفتی صاحب نے دارا کے اس نو سالہ لڑکے کا نام نہیں لکھا، محمد ساقی مستعد خاں صاحب مآثر عالم گیری نے لکھا ہے: "اکیسویں شوال کو دارا شکوہ اور اس کے بیٹے سپہر شکوہ کے گرفتار ہونے کی خوش خبری ملک جیون زمیندار دادو کے خط سے جو اس نے بہادر خاں کے نام بھیجا تھا، گوش زد ہوئی۔ بہادر خاں دارا شکوہ کو بارہ گاہ شاہی میں لایا، قیدی محل خضر آباد میں اتارا گیا، اکثر وجوہ کی بنا پر دارا شکوہ کا وجود موجب فساد تھا، ۲۱ / ذی الحج کو قتل کر دیا گیا۔ سیف خاں کو حکم ہوا کہ سپہر شکوہ کو قلعہ گوالیار میں نظر بند کر کے تخت گاہ واپس آئے۔ ------------ عاقل خاں کو حکم ہوا کہ "وہ وزیر خاں کے ساتھ شاہ زادے کی معیت میں حاضر ہو۔" پھر سولہویں سنہ جلوس (۱۰۸۳ھ) کے واقعات میں لکھا ہے: اکیسویں شوال کو قبلہ عالم نے اپنی دختر ثریا نقاب نواب زبدۃ النسا بیگم کو شاہ زادہ سپہر شکوہ کے عقد میں دیا۔ جہاں پناہ اور قاضی عبدالوہاب، ملا محمد یعقوب، دریا خاں، بختاور خاں مجلس عقد میں شریک تھے۔ شاہ زادہ سپہر شکوہ کو خنجر مرصع، سرپیچ، مالائے مروارید، سہرہ مروارید مرحمت فرمائے گئے ملکہ تقدس مآب گوہر آرا بیگم و حمیدہ بانو بیگم نے رسوم کت خدائی انجام دیے ------- ---شاہ زادہ سپہر شکوہ کو چھ ہزار ----- سالانہ کا وظیفہ مرحمت ہوا۔"

حواشی

۱۔ ’ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ مسلسل چار مرتبہ آواز غیبی آئی کہ اللہ نے جو کچھ تجھے عطا فرمایا ہے، وہ روے زمین کے کسی حکمران کو نہیں دیا گیا۔

۲۔ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ :- فقیر دارا شکوہ کہتا ہے کہ حقائق کی چھان بین اور صوفیا کے مذہب حقہ کے رموز و حقائق کی تہہ تک پہنچنے اور اس بہت بڑے عطیے کے حصول میں کامیاب ہونے کے بعد قدیم علوم کے ماہر موحد ہندوؤں اور اس میں اچھی طرح فہم و فراست رکھنے والے صوفیا کے ساتھ بات چیت سے پتا چلا ہے کہ دونوں فرقوں (یعنی ہندوؤں اور مسلمانوں) میں کوئی فرق نہیں ہے، محض لفظی اختلاف ہے، جس میں موافقت پیدا کی جاسکتی ہے۔ دونوں فریق طلب گار حق ہیں اور ان میں موافقت و تطابق پیدا کرنا فائدہ مند ہو گا۔

۳۔ جب وہ قصبہ باڑی کے نواحی پہاڑوں میں عزلت گزیں تھے، میں انھیں حضرت باری تعالی کہا کرتا تھا۔

۴۔ اے وہ لوگو! جو ایمان حقیقی کی نعمت حاصل کر چکے ہو، اس وقت نماز نہ پڑھو جب تم پر سکر و مستی کی کیفیت طاری ہو۔ کیفیت سکر کا مرتبہ نماز سے بلند ہے ..... اگر حالت مستی مجازی ہے تو اس میں قرب نماز اس لیے ممنوع ہے کہ نماز اس سے ملوث نہ ہو۔ اس صورت میں مقام عزت نماز کو حاصل ہو گا ——— اگر سکر حقیقی ہے تو بھی نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ اس میں اصل مقام احترام سکر کو حاصل ہو گا۔ نمازی کو اس حالت میں نماز نہیں پڑھنی چاہیے۔

۵۔ یہ خاص لوگوں کے بارے میں ہے۔ اس اعتبار سے ان کے دلوں پر مہر لگ چکی ہے کہ ان کے دلوں میں کوئی غیر نہ آئے، ان کی آنکھیں کسی غیر کو نہ دیکھیں، ان کے کان کسی غیر کی بات نہ سنیں اور خود ان کے لیے ان کے کفر میں لذت و حلاوت پائی جاتی ہے۔

۶۔ اس فقیر کی ولادت خطہ اجمیر میں دو شنبہ کے روز آدھی رات کے وقت آخر صفر ۱۰۲۴ھ کو ہوئی۔ اس وقت میرے والد ماجد چوبیس برس کی عمر کو پہنچ گئے۔ میرے والد خواجہ معین الدین چشتی سے عقیدت رکھتے تھے اور انھوں نے بچے کی پیدائش کے لیے ہزاروں منتیں مانی تھیں، جس کے نتیجے میں اس کم ترین کی صورت میں حق تعالی نے ان کو

بیٹا عطا فرمایا۔

حدیقہ حکیم میں بعض اشعار الحاقی معلوم ہوئے تو اس فقیر کے دل میں ان کو نہ سننے کا جذبہ پیدا ہوا۔ ایک دن غزنی جانے کا عزم کیا کہ وہاں کے تمام اکابر کی زیارت کریں گے، بجز حکیم سنائی کے۔ غزنی میں داخل ہونے سے قبل اسی رات خواب میں دیکھا کہ ہم مشائخ غزنی کے مزاروں کی زیارت کر رہے ہیں۔ اتنے میں ایک شخص نے کہا یہ حکیم سنائی کی قبر ہے، جب وہاں جا کر دیکھا تو وہ قبر سنگ سفید کی بنی ہوئی تھی اور اس پر حکیم سنائی کا نام لکھا تھا۔ جب صبح کو اس کی زیارت کے لیے گئے تو جیسا کہ رات کو خواب میں دیکھا تھا، قبر واقعی سنگ سفید کی بنی ہوئی تھی، اب یقین ہو گیا کہ اشعار واقعتاً الحاقی ہیں جو مذہب اہل بدعت کے مطابق ہیں۔

بعض لوگ شیخ مجدد الف ثانی پر الزام لگاتے ہیں کہ وہ اپنا مرتبہ خلفائے راشدین کے مرتبے سے زیادہ قرار دیتے ہیں۔ لیکن یہ محض بہتان اور شیخ کے مخالفین کا ان پر افترا ہے۔ خود اس فقیر نے اپنے شیخ د استاد میرک بن شیخ فصیح الدین سے یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جب وہ سرہند کے قریب سے گزرے تو ایسی کیفیت پیدا ہوئی کہ ان کی ملاقات کو دل چاہا۔۔۔

یہ فقیر دو مرتبہ میاں میر رحمۃ اللہ علیہ کی زیارت کے لیے حاضر ہوا تھا، حضرت ممدوح کمال شفقت سے پیش آئے اور خاص مہربانی کا برتاؤ کیا۔ میں بیس سال کا تھا کہ مجھے ایک بیماری لاحق ہوئی، اطبا اس کے علاج میں کامیاب نہ ہو سکے۔ بادشاہ (یعنی شاہ جہان) مجھے حضرت میاں میر کے گھر لے گئے اور فرمایا کہ یہ ہمارا بڑا بیٹا ہے اور اطبا اس کے علاج سے عاجز آ گئے ہیں۔ آپ توجہ فرمائیے کہ حق تعالیٰ اسے تندرستی عطا فرمائے۔ انھوں نے پانی لیا، اس پر دعا کی اور اس فقیر کو دیا۔ میں نے پانی پیا اور اسی ہفتے پوری طرح صحت یاب ہو گیا اور تکلیف بالکل ختم ہو گئی۔

۷۔ الحمدللہ کہ اس معزز و مکرم گروہ کی صحبت بابرکت کی بنا پر اس فقیر کے دل سے مجازی اسلام نکل گیا اور کفر حقیقی سامنے آ گیا ہے، اب جب کہ کفر حقیقی کو جان چکا ہوں، تو زنار پوش و بت پرست بلکہ خود پرست و دلبر نشین ہو گیا ہوں۔

۸۔ یعنی بنارس کے پنڈتوں کی مدد سے چاروں ویدوں کا ترجمہ چھ مہینے کی مدت میں ۲۶ رمضان ۱۰۶۷ھ کو دوشنبے کے دن شہر دہلی میں ختم ہوا۔ معرفت کے اس خزانے سے بہت کچھ حاصل ہوا، اور موہوم چیزوں کے دائرے سے نکل کر حق تک رسائی حاصل ہوئی۔

۹۔ داراشکوہ قادری، ملقب بہ شاہ بلند اقبال ولی عہد شاہ جہاں، خوش خلق و خوب رو، متحمل مزاج، صوفی مشرب، فقیر دوست، موحد و محقق شاہ زادہ تھا۔ طبع بلند اور ذہن رسا کا حامل۔ صوفیا کے افکار کو رباعی اور غزل میں بیان کرنے کے سلیقے سے بہرہ مند۔ قادری سلسلے سے تعلق کی بنا پر قادری تخلص کرتا تھا۔ ملا شاہ سے بیعت تھا جو میاں میر لاہوری کے خلیفہ تھے۔ بے حد متحمل مزاج اور باوقار تھا۔ اس سلسلے میں محمد علی ماہر کا بیان ہے کہ ایک دن سلطان سلیمان شکوہ نے ایک قصیدہ کہا جو دربار میں پڑھا گیا۔ ایک بیت میں یہ باندھا گیا تھا کہ بادشاہ زادہ کریم الطرفین ہے۔ شاہ بلند اقبال نے سنا تو فرمایا، صحیح کہا گیا ہے، باپ اور ماں کی جانب سے کریم الطرفین، بادشاہ بن بادشاہ۔ حاجی تمکین بھی وہاں موجود تھا جو بسلسلہ ظرافت و مزاح مجلس عالی میں اپنا ایک مقام رکھتا تھا۔ اس نے عرض کیا ملا دو پیازہ نے کیا خوب کہا ہے کہ کریم الطرفین ---------- (اس سے آگے گستاخانہ الفاظ سن کر) شاہ نے سر جھکالیا اور حاضرین مجلس کانپنے لگے۔ سب کو یقین تھا کہ اب اس مسخرے کی گردن مار دینے کا حکم جاری کر دیا جائے گا۔ تھوڑی دیر کے بعد شاہ زادہ اپنی مسند سے اٹھا اور محل میں چلا گیا۔ دروازے کے قریب پہنچا تو حکم دیا کہ آئندہ اس مسخرے کو دیوان خاص میں داخل نہ ہونے دیا جائے۔

علم تصوف میں شاہ زادہ اونچے درجے کی کتابوں کا مصنف تھا اور اس موضوع سے متعلق دقیق مسائل ضبط تحریر میں لاتا تھا۔ اس کا ایک مختصر سا دیوان شعری بھی ہے۔

۱۰۔ اس عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ دارا شکوہ جو قادری تخلص کرتا تھا، صاحب قران شاہ جہان کا ولی عہد تھا۔ حسن اخلاق اور علم و مزاج میں مشہور، شان و شوکت ظاہری کے باوجود فقر و درویشی میں مرتبہ کمال پر فائز اور عارفان اہل ذوق اور اصحاب حال کی صحبت سے مالامال ------------ ۱۰۶۷ھ میں جب شاہ جہان کا مرض حبس بول زیادہ بڑھ گیا تو زمام حکومت اسی شاہ زادہ ولی عہد کے ہاتھ میں آئی۔ اورنگ زیب اس زمانے میں دکن میں مقیم اور وہاں کا منتظم تھا۔ مہاراجہ جسونت سنگھ کو اجین کی صوبے داری پر مامور کیا گیا۔ اورنگ زیب کا ارادہ حکومت پر قبضہ کرنے کا تھا۔ چنانچہ وہ دارالحکومت اکبر آباد (آگرے) کی طرف روانہ ہوا۔ شاہ جہان کو بھی اس کا پتا چل گیا، امرائے حکومت چاہتے تھے کہ بادشاہ خود آگے بڑھ کر اورنگ زیب سے بات کرے، بصورت دیگر لڑائی کا خطرہ ہے۔ لیکن دارا شکوہ خودسری پر اترا ہوا تھا، اسے لڑائی کی پروانہ تھی اور وہ اسے بالکل معمولی بات سمجھ رہا تھا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر امرائے مملکت نے خاموشی اختیار کر لی۔ بالآخر اورنگ زیب اور داراشکوہ کے درمیان سخت لڑائی ہوئی اور دونوں فریقوں کا بے پناہ جانی نقصان ہوا۔ داراشکوہ کے بہت

سے سرکردہ فوجی افسر موت کے گھاٹ اتر گئے اور خود دارا نے راہ فرار اختیار کی۔ اب پتا چلا کہ فائدہ اسی میں تھا کہ شاہ جہاں کو خود اورنگ زیب سے بات کرنے کا موقع دیا جاتا۔

اس اثنا میں شاہ جہان نے اورنگ زیب سے بھی بات کرنے کی کوشش کی۔ اورنگ زیب کی بڑی بہن نے بہت بھاگ دوڑ کی اور بھائی کو باپ سے گفتگو کرنے پر آمادہ کرنا چاہا۔ بادشاہ نے فاضل خاں کو خط دے کر بیٹے کے پاس بھیجا کہ کوئی انتہائی قدم اٹھانے سے قبل اُس سے بات کی جائے تاکہ معاملہ آسانی سے طے ہو جائے مگر اس کی کوئی صورت نہ پیدا ہوسکی۔ آخر کار جنگ ہوئی، جس میں اورنگ زیب کامیاب رہا۔ کامیابی کے بعد خود اورنگ زیب نے تو اکبر آباد (آگرے) سے دارالحکومت شاہ جہاں آباد (دہلی) کا عزم کیا، اور بہادر خان کو دارا شکوہ کے تعاقب میں بھیجا جو سامان جنگ کی فراہمی کے لیے لاہور کو روانہ ہوچکا تھا۔ بہادر خاں نہایت تیزی سے دریائے ستلج عبور کر کے لاہور پہنچا، مگر دارا لاہور میں نہیں رکا، وہ لاہور سے بھکر کی طرف بھاگا ------ اس نے دریائے سندھ عبور کیا اور اپنے پرانے شناسا ملک جیون کے ہاں جا مقیم ہوا۔ چند روز وہاں رہا، وہاں سے وہ قندھار جانا چاہتا تھا۔ لیکن ملک جیون نے اس کی اطلاع بہادر خان کو دے دی اور اسے گرفتار کر لیا گیا۔

اب دارا شکوہ اور اس کے بیٹے سپہرشکوہ کو ہتھنی کے بے سایہ ہودج میں بٹھایا گیا اور اسی حالت میں انھیں دہلی میں لا کر بازار میں سے گزارتے ہوئے، خضر آباد کے ایک محفوظ مقام میں نظر بند کر دیا گیا۔ دوسرے دن ۲۱ ذی الحجہ ۱۰۶۹ھ کو دارا کی زندگی کا آخری فیصلہ سنایا گیا۔ کہتے ہیں اس وقت دارا شکوہ نے کہا کہ اسے دو رکعت نماز پڑھنے کی مہلت دی جائے۔ چنانچہ اسے دو رکعت نماز ادا کرنے کی مہلت دی گئی۔ دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد وہ گیارہ قدم بغداد شریف کی طرف چلا اور دو شعر پڑھے۔ (جو اوپر متن میں درج ہیں)

آخر جب مقررہ وقت آیا تو اس کو مار دینے کے بعد مقبرہ ہمایوں میں دفن کر دیا۔ دوسرے دن سپہرشکوہ کو قلعہ گوالیار میں قید کرنے کے لیے روانہ کر دیا گیا۔ اس کے چند عارفانہ بیت کا پتا چلتا ہے۔

۱۱۔ ۱۰۶۷ھ میں شاہ جہاں حبس بول کے شدید مرض میں مبتلا ہوا اور مملکت کے دروبست پر دارا شکوہ قابض ہو گیا۔ اورنگ زیب اور دارا شکوہ کے درمیان سخت معرکہ کارزار گرم ہوا۔ آخر ۱۰۶۹ھ میں دارا کی زندگی کا خاتمہ ہو گیا۔

۱۲۔ شاہ زادہ بلند اقبال، جامع اوصاف، بادشاہ صورت، درویش سیرت، درویشوں کا خدمت گزار اور ان کی صفات کا مظہر تھا۔ جامہ فقر اور خرقہ خلافت ملاشاہ کے ہاتھ سے پہنا،

حضرت میاں میر کی خدمت میں حاضری دی اور ان سے مستفید ہوا اور فیض حاصل کیا۔ فقر میں شان عالی اور مرتبہ بلند پایا۔ بہت سی کتابوں کا مصنف تھا۔ اس کی تصانیف سے احوال باطن کا اظہار ہوتا ہے ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ تمام عمر معرفت حق میں گزار دی۔ آخر اس دنیا سے ناپائدار سے مردانہ وار گیا اور شہادت کا رتبہ پایا۔ اس کی شہادت کا واقعہ سب عوام و خواص کو معلوم ہے کہ اپنے بھائی اورنگ زیب عالم گیر کے ہاتھوں قتل ہوا۔